ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

فنون آشوب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایک مطالعہ

Enayat Murtaza Shahzad

Scholar Ph.D. Department of Urdu, LGU, Lahore.

Prof. Dr Muhammad Arshad Ovasi

.Head, Department. Of Urdu, LGU, Lahore

Abstract:

Dr. Sa'adat Saeed is one of the prominent poets of the present era. He is known as a poet, critic and translator." Fanun Aashob" is his long free verse book.. In it, he has expressed his views on different Arts like, the art of stone, carving, painting, music, poetry, dance and calligraphy by describing the details of each art very skillfully. Art-loving artists whose aim is to satisfy the esthetic sense along with this, there was also a reflection of life in their poetry, making that art an example, and he has also fired a satire on the self-interested, courtly and flattering artist.

Key Words:

Prominent Poet, Art of carving, Calligraphy, Satire, Self interested, Flattering Artists

ڈاکٹر سعادت سعید کا شمار عہد حاضر کے ممتاز شعرا میں ہوتا ہے۔وہ شاعر، نقاد اور مترجم کے طور اپنی پہچان رکھتے ہیں۔فنون آشوب ان کی طویل آزاد نظم کی کتاب ہے۔اس میں انھوں نے سنگ تراشی، مصوری، موسیقی، شاعری ، رقص اور خطاطی کے فن پر انتہائی مہارت سے ہر فن کی جزیات بیان کر کے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔فن سے محبت رکھنے والے فن کار، جن کا مقصد ذوقِ جمال کی تسکین کے ساتھ ساتھ زندگی کی عکاسی بھی تھا ان کے فن کو مثال بناتے ہوئے مفاد پرست، درباروں سے وابستہ اور چاپلوسی کے رسیا فن کاروں پر طنز کے نشتر بھی چلائے ہیں۔

اردوشاعری میں مثنوی کی صنف طویل نظم کی صورت میں اپنائی جاتی تھی جب کہ اس کے علاوہ دیگر اصناف مثلا مسدس کی ہئیت میں بھی طویل نظمیں لکھی گئیں۔جب ن م راشد نے باقاعدہ آزاد نظم لکھنا شروع کی تو حسن کوزہ گر کی صورت میں شاہکار طویل آزاد نظم بھی لکھی اس کے علاوہ ضیا جالندھری کے ہاں بھی طویل نظم کے اولین نقوش ملتے ہیں ان کی نظموں میں "زمستاں کی شام" اور "سالگی" نمایاں ہیں۔طویل نظموں کے بڑھتے ہوئے رجحان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شمیم حنفی لکھتے ہیں:

"1960ء کے بعد کی نظم میں طویل نظم سے شغف بہت نمایاں رہا ہے۔سچ تو یہ ہے کہ طویل نظم کی روایت میں سب سے زیادہ فنی تجربے پچھلے تیس پینتیس برسوں میں ہی سامنے آئے۔ایسا لگتا ہے کہ طویل نظم کے واسطے سے ہمارے نظم گویوں کو اپنے باطن کی تفتیش و تفہیم کا ایک نیاز او یہ ہاتھ آگیا تھا اور وہ اپنی حسیت، اپنے داخلی محرکات کو ایک نئی سطح پر سمجھنا چاہتے تھے۔"(1)

یہ درست ہے کہ مثنوی کی صنف خیالات کے طویل اظہار کے لیے شاعروں کو بہت مرغوب رہی مگر چوں کہ اس میں بھی خیال قافیے کی غلامی سے آزاد نہ ہو سکا جس کی وجہ سے شاعر کو ایسی صنف کی ضرورت محسوس ہوتی رہی جس میں آزادانہ اظہار کی راہ میں کوئی رکاوٹ حائل نہ ہو سکے یاں تک کہ غالب جیسا قادر الکلام شاعر بھی اس بات کا شکوہ کرتے ہوئے نظر آتا ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

بہ قدرِ شوق نہیں ظرفِ تنگنائے غزل
کچھ اور چاہیے وسعت مرے بیاں کے لیے(2)

احمد ندیم قاسمی مشوی کے مقابلے میں آزاد نظم کے تابناک مستقبل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"میرا یہ پختہ یقین ہے کہ طویل نظموں کے لیے مثنوی بھی دور تک ہمارا ساتھ نہیں دے سکتی۔ان کے لیے بلینک درس کے سوا کوئی اور اسلوب مشکل ہی سے پنپ سکے گا۔ہماری زبان میں طویل نظموں کا افسوسناک فقدان ہے۔اور اس کمی کو پورا کرنے کے لیے صرف نظم معرٰی ہی ہمارا بہترین ہتھیار ثابت ہوسکتی ہے" (3)

ان کے نزدیک نظمِ آزاد کی تاریخ بہت قدیم ہے۔وہ اس کے ارتقا کا سلسلہ پرانی آریائی شاعری سے جوڑتے ہیں۔جب کہ اکثر محققین کے نزدیک اس کی قدیم ترین صورت موضوعاتی نظمیں یا مثنوی ہے۔چناں چہ وہ لکھتے ہیں۔

"نظم آزاد ہم ہندوستانیوں کے لیے بالکل نئی چیز نہیں۔۔پرانی آریائی شاعری کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ یہ طرز اظہار ہمارے ہاں نہایت قدیم سے رائج ہے ساتھ ہی پابند شاعری ہی کی وجہ سے ہمارے ادب میں وہ تازگی اورلہلہاہٹ ہے جو اب تک آزاد شاعری میں پیدا نہیں ہو سکی لیکن جس کا امکان ضرور (4)

فنون آشوب کے دیباچے کی ابتدا میں فن کا مقصد اور فن کار کی ذمہ داریوں کا تعین کرتے ہوئے ڈاکٹر سعادت سعید لکھتے ہیں:

"تمام فنون کا بنیادی منشا و مقصدِ زندگی انسان اور کائنات سے متعلقہ اسرار ورموز کی تحقیق و تظہیر ہے۔وہ فنکار جو اپنے اس فریضے کی خبر نہیں رکھتے اپنے ضمیر کے اظہار سے قاصر رہتے ہیں۔فنکاروں کے لیے لازمی ہے کہ وہ اولین سطح پر زندگی کے مفہوم کا تعین کریں ، اس کی حدود میں انسان کے مقام کا سراغ لگائیں اور اس کے حوالے سے کائنات کی تفہیم سے عہدہ برآ ہوں۔زندگی ، انسان اور کائنات کے مفاہیم اور ان کے باہمی تعلق کی شناخت آسان کام نہیں ہے۔اس کے لیے فلسفیانہ نظر کی ضرورت ہے"۔(5)

فنون آشوب کے موضوعات میں بھی اسی آگ، اسی روشنی اور توانائی کے گم ہونے کا ذکر ہے جو مختلف فنون سے تعلق رکھنے والے افراد کے سینوں میں نہاں تھی جس میں روایت کی لاتعداد لکڑیاں اور خس و خاشاک جل کر راکھ ہوگئیں اوراس اگ نے امکانات کے نئے در وا کیے۔جیسا کہ ڈاکٹر سعادت سعید لکھتے ہیں:

"فنون آشوب فی الاصل اسی آگ کے گم ہو جانے کی کتھا ہے۔شاعری ، مصوری، رقص، موسیقی ، سنگ تراشی اور خطاطی جیسے فنون میں جو لوگ دل تپش انگیز کے حامل تھے وہ عصری تقاضوں سے باخبر تھے۔وجود سے امکان تک کے سفر سے آشنا تھے۔اظہار کی بلندیوں سے ہم کنار تھے حو صلے اور جرات کے نقیب تھے۔ممیز اور تو انا جذبات سے معمور تھے۔ندرت ، تنوع اور بوقلمونی کے خصائص رکھتے تھے۔فنی نفاستوں ، نزاکتوں اور خوب صورتیوں کا لحاظ رکھتے تھے۔اشیا، مناظر اور راستوں کو اپنے رنگ میں رنگتے تھے۔دوسروں کو مغلوب و مفتوح بناتے تھے۔سراپا آگ تھے۔قارئین کو مسحور کرتے تھے۔آتشیں باد گولے تھے۔دنیا کو نئی روشنیوں کا اثاثہ دیتے تھے۔اشیاء انسان اور کائنات کے جو ہروں کے متلاشی تھے۔غیر اہم سے اہم تک اور اہم سے غیر اہم تک کے سفر کو بنیاد ٹھہراتے تھے۔آمریت ممکن، بادشاہت دشمن، جاگیر دار مخالف، آقائیت کش اور انٹی امپریلسٹ سے علانیہ وابستہ تھے۔اپنے فن کے وسیلے سے بیداری کی لہریں پیدا کرنے کی صلاحیتیں رکھتے تھے۔اقدار کو مکمل طور پر انسانی بنانے کی بشارتوں سے مالا مال تھے۔چنانچہ اس نظم کے ہیروز ایسے ہی اوصاف سے مزین فنکار ہیں لیکن میں نے ان کا دانستہ تذکرہ نہیں کیا۔اس کی وجہ یہ تھی کہ میں اسے پراپیگنڈہ کی حامل یا جواب مضمون نما نظم نہیں بنانا چاہتا تھا۔اس لیے اس ساری نظم میں بنیادی رو یہ منہائیت کا ہے اور منفی مثال کے برعکس مثبت مثال کی تلاش قارئین پر چھوڑ دی ہے۔(6)

یہ نظم بنیادی طور پر سات حصوں میں منقسم ہے ہر حصے کو "در" کا نام دیا گیا ہے اور ہر در کو ایک خاص فن کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔مثلا "در اول "تعارف"۔در دوم "سنگ تراشی" در سوم "مصوری" در چہارم "خطاطی" در پنجم "شاعری" در ششم "موسیقی" اور در ہفتم "رقص" کے عنوانات کے تحت نظم کی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

کلیت کو ساتھ لے کے چلتی ہے اور مکمل کرتی ہے۔ جیسا کہ سعادت سعید نے خود وضاحت کی یہ نظم ان فن کاروں کے فن کے جوہر کی تلاش ہے جن کے فن سے زندگی کی تپش اور حرارت پیدا ہوتی تھی جن کا فن کسی دربار سے وابستہ نہیں تھا۔ جو اپنے فن کے ذریعے ذوقِ جمال کی تسکین کے ساتھ ساتھ خیال کی رفعت، عمل میں استقامت، بلند حوصلگی اور اعلیٰ طرز زندگی کی طرف مائل کرتے تھے۔ اس کے ساتھ انھوں نے درباری فن کاروں کے رویوں پر گہری چوٹ اور طنز بھی کیے ہیں جن کا مقصد محض دو وقت کی روٹی رہا اور جنھوں نے نہ خود عصر کے تقاضوں کو سمجھنے کی کوشش کی نہ عوام کو شاطر حکمرانوں اور غاصب لٹیروں کے جبر و استبداد سے آگاہ کیا۔

نظم میں شاعر نے مقفّٰی مصرعوں کے اندر چند ایک غیر مقفّٰی مصرعے لکھ کر اپنی بات کو مکمل کیا ہے جیسے در اول "تعارف" درج ذیل مصرعے اپنی ذات میں مکمل حکایت رکھتے ہیں

شور بختی ہلاکت کدوں کے
ربابوں میں
محصور ہے
دانشِ منتشر جیسے ناسور ہے

یا یہ مصرعے

گونگے حرفوں میں تجرید تزویر ہے
لفظ معنی کے باطن کی زنجیر ہے

(فنون آشوب در اول، تعارف)

ان مصرعوں میں کس خوب سورتی سے اپنے عہد کا نوحہ پیش کیا گیا ہے کہ ہمیں جھوٹی روایت، ظلم اور اندھی عقیدت کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والے نصاب ہی پڑھائے گئے جو ہمارے قلوب و اذہان میں راسخ ہو چکے ہیں

نصابوں میں
قرطاسِ تسلیم شامل ہوئے
جھوتے بوسیدہ ابوابِ تقویم شامل ہوئے

ایسے نصاب پڑھنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود شناسی، خودداری اور بلند ہمتی جیسے اوصاف سے خلقت محروم ہو گئی جس کی وجہ سے یہ روبہ زوال ہوتے چلے گئے

شہر تیرہ کی خلقت شرابوں میں
مدہوش
بے گوش خوابیدہ ہے
بے ضمیری کبابوں میں
غلطیدہ ہے
ایک اک میمنا تو
تلاشِ دہن میں خرامیدہ ہے
پھر بھی انسان بھوکا ہے
ترسیدہ ہے
موت وحشی ہوئی ہے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

(فنون آشوب در اول، تعارف)

ترقی پسند شاعر ہونے کی وجہ سے پوری نظم میں بورژوائی طبقے کی عیاریاں اور پرولتاری طبقے کی پس ماندگی اور حالات سے سمجھوتہ کر لینے کی بزدلانہ کوشش کو مختلف علامات اور تماثیل کے ذریعے بیان کیا گیا ہے ذیل کے مصرعوں میں مکڑیوں کا جالے بننا اور مکھیوں کا رزق چننا اسی سلسلے کی کڑی ہیں

سیہ گھورتی مکڑیاں
جالے بنتی رہیں
مکھیاں مذبلوں کی
تعفن زدہ کھاد سے
رزق چنتی رہیں
گونج سنتی رہیں

(فنون آشوب در اول، تعارف)

در دوم سنگ تراشی کے عنوان سے منسوب ہے اور اس کے عنوان کا مصرع بھی ان کی ترقی پسند سوچ کی عکاسی کرتا ہے جس میں دو اہم تراکیب "عشرت طلب بادشاہ" اور "مقہور مزدور" کے ذریعے سرمایہ دارانہ نظام کی عیاشیوں اور مزدوروں کے استحصال کو ہی موضوع بنایا گیا ہے۔

عشرت طلب بادشاہون کے مقہور مزدور ہیں

راقم الحروف مجسمہ سازی کے فن پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں

"مجسمہ سازی صرف پتھروں کو تراش کر مورتیوں کے حسن و جمال کو آشکار کرنے کا ہی نام نہیں بلکہ یہ ایک عہد کی تہذیب، اس کی ثقافت اور رسم و رواج کو پتھروں پر کندہ کرنے کا فن ہے جس کے ذریعے سے اس عہد کی سماجی ، معاشرتی، صورت حال کے ساتھ ساتھ اس عہد میں بادشاہوں کے طرز حکومت اور رعایا کے حالات سے بھی پردے اٹھتے دکھائی دیتے ہیں۔"(7)

اس فصل میں اس بات پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ معابد میں تو مورتیوں کے خوب سورت مجسمے سجا کر اپنے مذہبی جذبات کی تسکین کر دی گئی لیکن وہاں پر آنے والے سسکتے ہوئے مفلوک الحال لوگوں کی زندگیوں اور جذبات سے مجاور اور پروہت کھیلتے رہے اور اپنے مذہب کی تعلیمات کو بھول گئے جس کی وجہ سے پسماندہ طبقہ حسرت و یاس کی تصویر بن کے رہ گیا اور مذہبی رہنماؤں کی زندگیاں عیش و عشرت کے سامان سے لبریز ہوتی گئیں۔ مذہبی استحصال کی اسی طرح کی کیفیت کو علامہ اقبال کے اس مصرعے میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی
گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن(8)

بالاخانے مگر
سنگِ پارس کے تھے
فرش فیروزے تھے اور
چھتوں پر جنگ دار
ہیروں کے فانوس
گلیوں میں سنگِ سلیماں کی
گل کاریاں تھیں
مگر کیسی بنا ریاں تھیں

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

کہ شاہوں کو کچھ نے روا ہو گئے
لوگ جھکتے رہے
جھکتے جھکتے زمیں میں
فنا ہو گئے

(فنون آشوب در دوم، سنگ تراشی)

ایسے لوگوں سے ٹکر لینا کسی دور میں بھی آسان نہیں رہا مگر ایسے لوگ ہر دور میں موجود رہے ہیں جنھوں نے وقت کے جابر اور عیار مفاد پرست لوگوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں اور علمِ بغاوت بلند کیا ایسے ہی لوگ ہیں جن کو زمانہ احترام کی نگاہ سے دیکھتا ہے جو خالی ہاتھ ہوتے ہوئے بھی ہر قسم کے مفاد اور لالچ سے پاک تھے۔

ان نحیفوں پہ
صدقے زمانہ کہ
بت شکن تھے

(فنون آشوب در دوم، سنگ تراشی)

در سوم "مصوری" میں بھی اس بات کا اظہار کیا گیا ہے کہ مصوری کا فن جس حسِ لطیف کا متقاضی تھا اس کی طرف اتنی توجہ نہیں کی گئی جس کی ایک بڑی وجہ ایک طبقے کی مذہبی حوالوں سے تصویر سازی کی ممانعت ہے۔ مگر دوسرے طبقے کے افراد کی اکثریت نے بھی فنِ مصوری کو اس طرح نہیں برتا جس طرح یہ فن تقاضا کرتا ہے ان کے ہاں بھی خوف کے سائے ہی غالب رہے اور وہ معاشرے کی ایسی تصویر کشی کرنے سے محروم رہے جس میں شاہوں کے مکر و فریب اور عوام کی غربت اور محرومی کی جھلک نظر آتی ہو۔ وہ دربار سے منسلک رہ کر زندگی کی حقیقتوں سے منہ موڑے رہے۔

جس بھی کوچے میں جھانکا
ثریا شعاروں کی صورت گری تھی بہت
مو قلم کی قلمرو میں
مدقوق موسم کے نقشے نہ تھے
سبزہ زاروں کی صورت گری تھی بہت
فنِ بہزاد
آرائشوں کے قرینوں سے پر
دستِ مانی میں
کب عرصۂ خاک تھا
کہ تصاویر قالی پہ
قاتل ستاروں کی صورت گری تھی بہت !
آب و تابِ شہنشاہ
رنگوں میں
خورشید ظاہر ہوئے
گل کدوں میں

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

شعاعوں سے معمور
شاخوں پر رقصاں
مسرت کے نشے میں
گم تتلیاں
مصحفِ زندگی پہ
دھنگ کا گماں

پابجولاں ہنر مند
مرتے رہے
ظلم سہتے رہے۔
اور ڈرتے رہی

(فنون آشوب در سوم، مصوری)

در چہارم "خطاطی" میں بھی اس بات کا اظہار کیا گیا ہے کہ وہ خطاطی جس کی طرف مسلمانوں نے بلکصوص بہت زیادہ توجہ دی اور اپنے فن کے لازوال نمونے تخلیق کر کے خطاطی اور خوش نویسی کے نئے نئے تجربات کر کے مختلف اقسام کے خط ایجاد کیے۔ وقت کی ضرورتوں اور صارفیت زدہ سوچ کی وجہ سے یہ فن بھی متاثر ہوا ۔ معاشی اور مادی ضروریات سے مجبور ہو کر فن کاروں نے اس فن کو بھی انعام و اکرام کے حصول کا ذریعہ بنا کر درباروں سے وابستہ کر لیا۔ دیکھا جائے تو پوری نظم میں سعادت سعید نے مصرعوں کے تلازمات سے معنی و مفہوم کی جوئے رواں بنادی ہے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ خیال کے جھرنے مصرعوں کی آبشار سے گر کر معنی کی ندی کو اور بھی آبدار کرتے جاتے ہیں۔

روز نامے، دفاتر
تواریخ ، قصے
رقم کرنے میں اُن کے حصے
مگر ان کی درباریاں ک
ون پہچانتا ؟
کرم خوردہ ہیں
ردی کے انبار میں
نسخہ ہائے کتابت
حوادث سے معدوم ہیں
ان کے مصرف تھے کیا ؟
ان کے جوہر تھے کیا ؟
بے خبر ! بے خبر !!
اشرفیوں کے توڑے
کہ مُہر طلا
ان کی خطاطیوں کا

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

ملا تھا صلہ
بھید حرفوں کے جانے گی
ان کی بلا!

(فنون آشوب در چہارم، خطاطی)

اسی فصل میں کربلا کے استعارے کی مثال بھی دی گئی جس سے ہر دور کے درماندہ طبقے کو ازادی و حق گوئی پہ ڈٹ جانے کا درس ملتا ہے۔ زندگی میں سوز اور تپش کے لیے آگ کے استعارے کو بھی خوب برتا گیا ہے۔ اس بات کے ذریعے بھی طنز کی گئی ہے کہ بید تو اب بھی کثیر تعداد میں اگ رہے ہیں مگر ان سے آزادی و سرفروشی کے جذبے پیدا کرنے والی تحریریں جنم نہیں لے رہیں۔ کیوں کہ غلام ذہن کبھی بھی ازادی کے نغمے ضبطِ تحریر میں نہیں لا سکتا۔ ان کا مدعا صرف درباری شاہوں کے قصائد بیان کر کے اعزاز پانا ہے سسکتی ہوئی انسانیت کے مظالم بیان کرنے سے انھیں کیا حاصل؟ زیل کے مصرعے اس صورتِ حال کو واضح کرتے ہیں،

کتابت کی اقلیم سے
خطِ آزادی غائب

کربلا کے حوالے سے طویل اقتباس کے بعد اکر کے یہ مصرعے

شش جہت میں اترتے
مصائب بہت
ان سے معدوم
شہر وفا کی گلی

اخگر کے استعارے میں آگ اور حرارت سے تہی دامنی کے عکاس یہ مصرعے

کوئی اخگر
چمکتا دکھائی نہ دے
کوئی گلخن
دہکتا دکھائی نہ دے
کوئی شعلہ
بھڑکتا دکھائی نہ دے

بید اگتے رہے مگر علم عالم کا منہ تکتا رہ گیا

علم؟ عالم کے
در کا سوالی!
دماغوں کی لوحیں
عبارت سے خالی

(فنون آشوب در چہارم، خطاطی)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

در پنجم "شاعری" کے عنوان سے موسوم سے یہ حقیقت ہے کہ انسان کی زندگی میں شاعری کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ تھوڑے سے الفاظ میں بڑی بڑی بات کرنے کی ضرورت ہو تو شاعری بہترین طرزِ اظہار بن جاتی ہے۔ ہر دور میں ایسی شاعری کو قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا جس میں انسان کی قلبی اور روحانی واردات کا اظہار اس طریقے سے کیا گیا ہو کہ ہر فرد اسے اپنے جذبات کا اظہار سمجھے جیسے مرزا غالب نے اس شعر میں اظہار کیا ہے۔

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے(9)

شاعری کا مقصد صرف مسرت و سرخوشی کا حصول ہی نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر یہ اپنے عہد کے مسائل اور انسان کے غم، دکھوں اور ناانصافیوں کا نوحہ بھی ہے۔ مگر بیشتر شاعر جو محض قافیہ پیائی اور عروض و میزان کے پیمانوں پہ پورا اترے مصرعے کہنے کو ہی شاعری کی انتہا سمجھ بیٹھے ہیں اور دوسرا یہ کہ ان کا مدعا و مقصد بھی محض قصیدہ گوئی اور شاہوں کی خوش نودی کا حصول رہا۔ ایسا نہیں کہ عہدِ حاضر کے شعرا کے ہاں یہ روش عام ہے بلکہ عصرِ حاضر کا شاعر اپنی ذمہ داری سے واقف بھی ہے اور جبر کی فضا میں سچ بولنے کے فن سے بھی واقف ہے۔ ان کے ہاں چوٹ صرف ایسے رویوں پر کی گئی ہے جہاں شاعری اپنے اوصاف سے ہٹتی ہوئی نظر آتی ہے۔ جہاں ذات کا غم کائنات کا غم نہیں بن پاتا اور مانگے تانگے کے خیالات کا اظہار ہی اچھی شاعری سمجھا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر

حکمراں آستانوں کے
آسن پہ سر ٹیکتا
سائلِ فکر و ادراک ہے
زائرِ آسمان و زمیں
بے یقیں! بے یقیں۔۔۔

(فنون آشوب در پنجم، شاعری)

یا پھر یہ مصرعے

دائراتی حدوں میں رہی
شاعری
بیل چکر لگاتا رہا
مضمحل، گر پڑا

(فنون آشوب در پنجم، شاعری)

ذیل کے ان مصرعوں میں بھی ایسے ہی شعرا پر طنز کی گئی ہے

شاعرانِ فروشیدہ
فیلوں پہ بوسیدہ
تاجوں کے گرویدہ
جھکنے سے کاہیدہ
تنکے لگے!!
بے ضمیری کے ماتھوں پہ سکے لگے!!

(فنون آشوب در پنجم، شاعری)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

در ششم "موسیقی" میں فن نیا ہے مگر خیال کا تسلسل وہی ہے کہ زندگی آمیز لحن اور سوز آج کی موسیقی میں مفقود ہے یون کہہ لیجیے کہ اک شور ہے، ہمہمہ ہے مگر سرمدی گیت کہیں کھو گیا ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ بھی ہے کہ ہمارے معاشرے میں موسیقار کو وہ مقام نہیں ملا جو دوسری اقوام یا ممالک میں اس فن سے تعلق رکھنے والے فن کاروں کو حاصل ہے۔ ہمارے ہاں اس فن کو اس طرح سے پذیرائی نہ ملنے کی وجہ بھی بڑی حد تک مذہبی رجحان ہے جس کی وجہ سے یہ مسلم شعور کا حصہ نہ بن سکی لیکن صوفیا کے ہاں موسیقی کے فن اور سماع پر بحثیں ملتی ہیں۔ ان کے نزدیک موسیقاروں کے ہاں بھی مادی تقاضوں کے تحت اپنا فن بیچ کر دو وقت کی روٹی کا حصول ہے جس کی وجہ سے ان کا فن موت کا نغمہ ہی ہے اس میں زندگی کی رمق نہیں۔

شورَ ہ زاروں میں الحان
نایاب ہے
ہمہمہ ہے بہت
دغدغہ ہے بہت
آسمانوں تلے
خاکِ بے خواب ہے
سرمدی گیت خُونناب ہے
مطربِ ساز تاریخ
گم سے کہیں
پردہ صوت میں
ماتم نغمہ ، موت میں

(فنون آشوب در ششم، موسیقی)

موسیقی کے استعارے پر روشنی ڈالتے ہوئے راقم الحروف لکھتے ہیں

"ڈاکٹر سعادت سعید نے شاعری میں موسیقی کے استعاروں کو آفاقی وسعت عطا فرمائی ہے۔ ان کا دل کبھی فلسطین میں ہونے والے مظالم کو دیکھ کے خون کے آنسو روتا ہے کبھی کشمیر کے مسلمانوں کی حالت زار دیکھ کے ان کی روح تڑپ اٹھتی ہے جہاں مسلمانوں پہ جنگ اور ظلم مسلط کر کے بے گناہ لوگوں کے خون کی ندیاں بہائی جارہی ہیں اور اس پر عالمی امن کے نام نہاد ادارے بے حسی کی منہ بولتی تصویر بنے بیٹھے ہیں۔"(10)

در ہفتم "رقص" کا آغاز اسی خیال سے ہوتا ہے کہ رقاص محض کٹھ پتلیاں بن کے رہ گئے ہیں جو اپنے آقاؤں کے اشاروں پہ ناچتے اور تھرکتے ہیں اور بدلے میں صرف رزق پاتے ہیں۔ مانگے کے رزق کی وجہ سے ان کے تھرکتے بدن اپنے اوپر ہونے والے مظالم پر احتجاج سے قاصر ہیں۔ حریت و آزادی کے جذبوں سے یکسر محروم۔

۔۔۔شیدا کٹھ پتلیے
پتلیاں۔۔۔ جھلملاتے رہے
بزمِ دوراں کی
تاریں ہلاتے رہے
رزق پاتے رہے
اجڑی نسلوں کا

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

تازہ لہو پی گئے
احتجاجی جلوسوں کے
لب سی گئے
(فنون آشوب دہفتم، رقص)

ان کے ہاں رقص کا استعارہ بہت حسین ہو جاتا ہے جب وہ افریقہ کے آزادی پسند گوریلوں کو مکاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ارضِ افریقہ میں
گوریلہ صفت سانس لیتے
حسیں حبشیو!!
ناچنا۔۔!ناچنا۔۔!جب تلک!!
دشمنانِ وطن
فیل قدموں سے
روندے نہ جائیں
فلسطینوں تک
لہو بجلیوں سے بھرے
ابر کے
مست کوندے نہ جائیں
(فنون آشوب دہفتم، رقص)

عالمہ اقبال نے ضربِ کلیم میں فنون لطیفہ کے عنوان سے فن کے اعلیٰ اوصاف پر اس طرح اظہارِ خیال کیا ہے

اے اہل نظر ذوق نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا!
مقصود ہنر سوز حیات ابدی ہے
یہ ایک نفس یا دو نفس مثل شرر کیا!
جس سے دل دریا متلاطم نہیں ہوتا
اے قطرۂ نیساں وہ صدف کیا وہ گہر کیا!
شاعر کی نوا ہو کہ مغنی کا نفس ہو
جس سے چمن افسردہ ہو وہ باد سحر کیا!
بے معجزہ دنیا میں ابھرتیں نہیں قومیں
جو ضرب کلیمیؑ نہیں رکھتا وہ ہنر کیا!(11)

سعادت سعید اکی شاعری کے مطالعہ کے دوران کئی بار ایسے محسوس ہوا کہ اس کی سنگلاخ زمینوں میں معنی وابلاغ کی خوش رنگ تتلی دھونڈنا کارِ دشوار تھا اور پھر جب وہ تتلی اپنی پوری تجسیم اور خوب سورت رنگوں سے مزین آپ کے سامنے جلوہ گر ہوئی تو پھر بھی اس پر لپکنے اور پکڑنے میں ہی طفلِ مکتب کے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.1 2022

اعصاب شل ہو جاتے ہیں یا پھر ایسے بچے کی طرح جو دیوانہ وار رات کو چمکتے ہوئے جگنو کو پکڑنے کی غرض سے لپکے اور بند مٹھی قید کرنے کی کوشش کرے تو ایسے میں جگنو اسے اپنے ساتھ بہت دور تک رات کے آسیب سے بھی ڈراتا ہوا بہت دور کھلی فضاؤں میں لے جائے۔ راقم الحروف کی رائے میں

"فنون آشوب کے مطالعہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ڈاکٹر سعادت سعید کو مختلف فنون کے بارے میں مکمل معلومات ہیں اور وہ اس کی جزیات تک سے واقف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کسی بھی فن پر لکھتے ہوئے ان کا قلم ان کے بارے میں اتنی باریک بینی سے جزیات نگاری کرتا ہے کہ کوئی پہلو بھی تشنہ نہیں رہتا۔ شاعری تو خیر ان کے گھر کی بات ہے۔ دیگر فنون مثلاً "رقص، موسیقی ،سنگ تراشی وغیرہ پر بھی کمال مہارت کے ساتھ اظہار خیال کیا گیا ہے۔"(12)

حواشی

1۔ شمیم حنفی : " طویل نظم سن ساٹھ کے بعد "مشمولہ اردو نظم 1960ءکے بعد اردواکادمی دلی 1995 ص 92

2۔ دیوانِ غالب، جرمن ایڈیشن۔ کلاسیک، لاہور، جنوری 2001ء ص224

3۔ احمد ندیم قاسمی : " جلال و جمال لاہور ، شرکت پرنٹنگ پریس، جون 2000ء ص28

4۔ ایضاً ص 28

5۔ سعادت سعید ، ڈاکٹر : دیباچہ فنون آشوب، انٹرنیٹ ایڈیشن

6۔ ایضاً، انٹرنیٹ ایڈیشن

7۔ عنایت مرتضٰی شہزاد، ڈاکٹر سعادت سعید بطور شاعر، مقالہ ایم فل، مملوکہ منہاج یونیورسٹی، لاہور ص74

8۔ کلیات اقبال، بال جبریل، ص496

9۔ شرح دیوانِ غالب (شارح۔ حسرت موہانی)، خزینہ علم وادب، لاہور، اشاعت 2002ء ص165

10۔ عنایت مرتضٰی شہزاد، ڈاکٹر سعادت سعید بطور شاعر، مقالہ ایم فل، مملوکہ منہاج یونیورسٹی، لاہور ص99

11۔ شرح ضربِ کلیم، شارح ڈاکٹر حمید یزدانی، سنگ میل پبلیکیشنز لاہور، 2005ء ص118

12۔ عنایت مرتضٰی شہزاد، ڈاکٹر سعادت سعید بطور شاعر، مقالہ ایم فل، مملوکہ منہاج یونیورسٹی، لاہور ص106